24137
۱۲۴

Date:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ھذا کے بارے میں:

۱۔ زلفیں کتنی قسم کی ہوتی ہیں؟ اکثر اوقات ہمارے پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسی زلفیں رکھیں؟ مطلب کتنے لمبے بال تھے؟

2۔ سر منڈانے کا کیا حکم ہے، کیا حج کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈایا؟

3۔ سر پر کانوں کے اوپر اور پیچھے کی جانب کے بال بالکل باریک کر لینا اور سر کی اوپر والی جانب بال بڑے چھوڑنا کیسا ہے؟

۴۔ کانوں کی لو سے نیچے گدی کے بال استرے سے صاف کرنے کا کیا حکم ہے؟ بعض اردو فتاوی جیسے فتاوی رحیمیہ، احسن الفتاوی میں اسے مکروہ تحریمی لکھا ہے۔

5۔ سر کے اوپر والے حصے پر بال باقی رکھنا اور کانوں کے برابر سے چلتے ہوئے گردن تک کے سارے بال مونڈ دینا کیسا ہے؟

6۔ "قزع" میں کون کونسی صورتیں داخل ہیں؟

7۔ زید کہتا ہے کہ

بالوں کے سنت طریقے تین ہیں ۱۔ زلفیں رکھنا

۲۔ پورے سر کے بال استرے سے منڈوالینا

۳۔ پورے سر کے بال ہر طرف سے برابر رکھنا جو کہ مشین کی کسی سے ممکن ہے، قینچی سے نہیں، کیس سے بھی چھوٹے بڑے ہونگے تو یہ خلاف سنت ہو جائیگا

زید کی بات "کہ بال ان تین میں سے کسی ایک طریقے پر رکھنا سنت ہے" درست ہے یا نہیں؟

مستفتی:
محمد وسیم
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

0324-2812011

(جواب منسلک ہے)

دار الافتاء
فتوی نمبر ۳۲/۲۱۲۱
جامعہ دارالعلوم کراچی

Scanned by CamScanner

باسمہ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

جواب سے پہلے بطور تمہید چند باتیں ملاحظہ ہوں:

(الف)۔۔۔واضح رہے کہ بال رکھنا دین کا شعار اور اس کے مقاصد اصلیہ میں سے نہیں، اور نہ شریعت میں اس کی کوئی ایسی خاص ہیئت متعین اور لازم کی گئی ہے کہ جس کا خلاف کرنا گناہ اور ناجائز ہو، البتہ بالوں کی بعض صورتوں کو اس لئے مکروہ یا ممنوع قرار دیا جاتا ہے کہ اس میں تشبّہ بالکفار یا تشبّہ بالفساق لازم آتا ہے جیسے:

۱. قزع کرنا یعنی سر کے بعض حصہ کے بال بالکل مونڈ دینا اور بعض چھوڑ دینا (مزید تفصیل جواب نمبر ۶ میں ملاحظہ ہو)

۲. ایسے بال رکھنا جو کفار وفساق کا شعار ہوں۔

۳. ایسے بال رکھنا جن میں عورتوں، غیر مسلموں اور فاسقوں کی مشابہت مقصود ہو۔

لہٰذا ممنوع صورتوں کے علاوہ بالوں کی تمام صورتیں جائز ہیں۔) (مستفاد من التبویب ۳۹/۱۷۵۰، ۲۱/۱۴۸۸) (ملاحظہ ہو عبارات ۱تا۵)

دار الافتاء

(ج)۔۔۔نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں اہلِ عرب (مسلمان وکافر تقریباً سب) کی عام عادت بال رکھنے کی تھی اور وہ بالوں کو پسند کرتے تھے، اور بہت کم ہی کوئی حلق کرواتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب عمرہ اور حج کے موقع پر حلق اور قصر میں تخییر دی گئی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قصر کروایا، شراحِ احادیث نے اس کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ چونکہ انہیں بال رکھنا بہت پسند تھا، بالوں کو کاٹنا ان پر انتہائی شاق گزرتا تھا، اس لئے انہوں نے قصر کو ترجیح دی، لیکن نبی کریم ﷺ نے حلق کو افضل قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو عبارت ۶،۷)

لیکن اس عادت کے باوجود بھی بال رکھنے کو دین کا شعار یا دین کے مقاصد اصلیہ میں سے نہیں سمجھا جاتا تھا، چنانچہ کسی ایک حدیث سے بھی بال رکھنے کی ترغیب ثابت نہیں، بلکہ اس کے برعکس نبی اکرم ﷺ سے بال کٹوانے اور منڈوانے کا صراحۃً اور اشارۃً حکم ثابت ہے، چنانچہ سنن ابی داوٗد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین دن بعد انکے گھر تشریف لے گئے اور انہیں تسلی دی اور جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ انکی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا غم میں ہیں اور وہ ابھی بچوں کی مکمل طور پر دیکھ بھال نہیں کر پا رہی ہیں تو آپ ﷺ نے حلّاق کو بلا کر ان بچوں کے بال منڈوا دیئے۔ (ملاحظہ ہو عبارت ۸)

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو سر منڈانے کا حکم دیا تھا جب انکے سر میں جوئیں پڑ جانے کی وجہ سے ان کو تکلیف ہو رہی تھی، اسی طرح سنن ابوداوٗد میں ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ خریم اسدی بہت اچھے آدمی ہیں، اگر انکے سر کے بال بہت بڑے نہ ہوتے اور یہ کہ ان کی لنگی ٹخنوں سے نیچے نہ ہو، چنانچہ جب انہیں اسکی اطلاع ملی تو فوراً چاقو لے کر بالوں کو کانوں کے نیچے تک کاٹ دیا اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دی، اس روایت میں نبی اکرم ﷺ کا

(جاری ہے۔۔۔)

Scanned by CamScanner

حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرمانا کہ "اگر ان کے بال بہت بڑے نہ ہوتے" اگرچہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ بڑے بال رکھنا ممنوع ہے، بلکہ حضور ﷺ نے محسوس کیا کہ کہیں یہ تکبر میں مبتلا نہ ہو جائیں، اس لئے بال چھوٹے کرنے کا حکم فرمایا۔ (ملاحظہ ہو عبارت ۹، ۱۰، ۱۱)

اور حج اور عمرہ کے موقع پر حلق اور قصر کا حکم دیا گیا اور حلق کروانے والوں کیلئے نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ مغفرت کی دعا کی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی بال رکھنے کے بجائے حلق یعنی سر منڈوانے کا معمول تھا۔

نیز بخاری شریف کی ایک حدیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے جمہ بال رکھے ہوئے تھے اچانک اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ حدیث مع ترجمہ ملاحظہ ہو:

صحيح البخاري–نسخة طوق النجاة (ص: ٣٠٢)

حدثنا آدم حدثنا شعبة حدثنا محمد بن زياد قال سمعت أبا هريرة يقول قال النبي أو قال أبو القاسم ﷺ بينما رجل يمشي في حلة تعجبه نفسه مرجل جمته إذ خسف الله به فهو يتجلل (يتجلجل) إلى يوم القيامة.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یا ابو القاسم ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی خوبصورت جوڑا پہنے ہوئے سر کے بڑے بالوں (جمّہ) میں کنگھی کر کے چلا جا رہا تھا اور عُجب یعنی خود پسندی میں مبتلا ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دھنسا دیا اور وہ قیامت تک اسی طرح دھنستا رہے گا۔ (یعنی اپنے حُلّہ اور جُمّہ کی وجہ سے خود پسندی اور تکبر میں مبتلا ہو گیا)

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بالوں کو سنتِ مقصودہ قرار نہیں دیا جا سکتا، چنانچہ اس بارے میں علامہ ابو عمر قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد (٦/ ٨٠))" میں بڑا اچھا کلام فرمایا ہے، عبارت مع ترجمہ ملاحظہ ہو:

قال أبو عمر قد حلق الناس رؤوسهم وتقصصوا وعرفوا كيف ذلك قرنا بعد قرن من غير نكير والحمد لله قال أبو عمر صار أهل عصرنا لا يحبس الشعر منهم إلا الجند عندنا لهم الجمم والوفرات وأضرب عنها أهل الصلاح والستر والعلم حتى صار ذلك علامة من علاماتهم وصارت الجمم اليوم عندنا تكاد تكون علامة السفهاء وقد روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال من تشبه بقوم فهو منهم أو حشر معهم فقيل من تشبه بهم في أفعالهم وقيل من تشبه بهم في هيئاتهم وحسبك بهذا فهو مجمل في الاقتداء بهدى من الصالحين على أي حال كانوا والشعر والحلق لا يغنيان يوم القيامة شيئا وإنما المجازاة على النيات والأعمال فرب محلوق خير من ذي شعر ورب ذي شعر رجلا صالحا وقد كان التختم في اليمين مباحا حسنا لأنه قد تختم به جماعة من السلف في اليمين كما تختم منهم جماعة في الشمال وقد روي عن النبي صلى الله عليه وسلم الوجهان جميعا فلما

(جاری ہے۔۔۔)

Scanned by CamScanner

غلبت الروافض على التختم في اليمين ولم يخلطوا به غيره كرهه العلماء منابذة لهم وكراهية للتشبه بهم لا أنه حرام ولا أنه مكروه وبالله التوفيق

ترجمہ: الحمد للہ لوگ کئی صدیوں سے کسی پر نکیر کئے بغیر حلق اور قصر کرتے آرہے ہیں، علامہ ابو عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں فوجیوں کی عادت تو بال رکھنے کی ہے، چنانچہ ان کے بال جمہ اور وفرہ ہوتے ہیں، لیکن اہل علم وفضل بال رکھنے سے اعراض کرتے ہیں، اور اب بال نہ رکھنا اہل علم وفضل کی علامت بن گیا ہے، اور بڑے بڑے بال رکھنا تقریباً بے دین لوگوں کی علامت بن چکا ہے، اور نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ جو شخص جس قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا یا اس کا حشر انہی کے ساتھ ہوگا، اور بعض نے فرمایا مذکورہ حدیث میں تشبہ سے مراد افعال میں تشبہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ شکل وصورت میں تشبہ مراد ہے، اور تیرے لئے اتنا کافی ہے کہ یہ حدیث اجمالی طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ صلحاء کے طریقے کی پیروی کرنی چاہئے، حقیقت یہ ہے کہ بال رکھنا اور منڈوانا قیامت کے دن کسی کام نہ آئیں گے، اصل جزاء نیت اور عمل کی بنیاد پر ملے گی، چنانچہ بہت سے سر منڈوانے والے بال رکھنے والوں سے بہتر ہیں اور بہت سے بال رکھنے والے نیک اور صالح ہوتے ہیں، اور یہ بات بھی ہے کہ کبھی دائیں اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا مستحسن تھا کیونکہ حضرات سلف رحمہم اللہ کی ایک جماعت سے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ثابت ہے، اور بعض اسلاف رحمہم اللہ سے بائیں ہاتھ میں پہننا ثابت ہے اور دونوں ہی مستحسن تھے اور نبی اکرم ﷺ سے بھی دونوں ہاتھوں میں پہننا مروی ہے لیکن جب روافض کی عام عادت دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی بن گئی اور ان کی یہ ممتاز علامت بن گئی تو علماء کرام نے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو مکروہ سمجھا اس وجہ سے نہیں کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا حرام یا مکروہ ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ اس سے روافض کے ساتھ تشبہ ہوتی تھی۔

(د)۔۔۔شرعاً سنتِ رسول ﷺ کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم سننِ ھدیٰ یا سنن مؤکدہ ہے، اور دوسری قسم سننِ زوائد یا سننِ غیر مؤکدہ ہے، چنانچہ پہلی قسم میں وہ تمام سنتیں داخل ہیں جن کا ثبوت نبی اکرم ﷺ سے بطور عبادت ہے اور دوسری قسم میں وہ تمام سنتیں شامل ہیں جن کا ثبوت نبی اکرم ﷺ سے بطور عادت کے ہے، پہلی قسم کی سنتوں کی مثال اذان، اقامت اور جماعت وغیرہ ہیں، اور ان سنتوں کا ترک شرعاً موجبِ کراہت اور قابلِ ملامت ہے، اور دوسری قسم کی سنتوں کی مثال رسول اللہ ﷺ کی طرح بیٹھنا، چلنا یا آپ ﷺ کی طرح بال رکھنا وغیرہ ہے، ایسی سنتوں پر بنیتِ اتباع عمل کرنا بے شک خیر وبرکت کا ذریعہ اور آپ ﷺ سے محبت کی دلیل ہے، لیکن ان سنتوں کا ترک کرنا موجبِ کراہت اور قابلِ ملامت نہیں اور نہ ہی ان سنتوں کو ترک کرنا یا ان کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا خلافِ سنت ہے، بشرطیکہ وہ طریقہ فی نفسہ ممنوع نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ نے ایسی سنتوں اور نوافل میں حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کیا، اور تصریح فرمادی کہ جس طرح نوافل کا ترک قابلِ ملامت اور موجبِ کراہت نہیں اسی طرح ان سننِ زوائد کا ترک بھی موجبِ کراہت اور قابلِ ملامت نہیں، (ملاحظہ ہو عبارت ۱۲) چنانچہ امداد الفتاویٰ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(جاری ہے۔۔۔)

Scanned by CamScanner

سنت مطلقہ وہ ہے جس کو حضور ﷺ نے بطور عبادت کیا ہے، ورنہ سنن زوائد سے ہوگا تو بال رکھنا حضور ﷺ کا بطور عادت کے ہے نہ بطور عبادت کے، اس لئے اولیٰ ہونے میں تو شبہ نہیں، مگر اس کے خلاف کو خلافِ سنت نہ کہیں گے، اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی نہ ہوتی چہ جائے کہ وہ حدیث بھی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا انکار نہ فرمانا یقینی دلیل ہے بال نہ رکھنے کی جواز بلا کراہت کے اور خلافِ سنت نہ ہونے کے، پس جس حالت میں بالکل منڈا دینا جائز ہے تو قصر کرانے میں کیا حرج ہے،

للاجماع علي تساوي حكم القصر والحلق لشعر الرأس في مثل هذا الحكم والي التساوي اشير بقوله تعالي محلقين رؤسكم ومقصرين، والله اعلم

مذکورہ بالا تمہید کے بعد سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں:

(۱)۔۔۔ عام طور پر زلفوں کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں، وفرہ، لمہ اور جمہ:

۱. کانوں کی لو تک بالوں کو وفرہ کہتے ہیں۔

۲. کانوں کی لو سے کندھوں کے درمیان بالوں کو لمہ کہتے ہیں۔

۳. اور کندھوں تک بالوں کو جمہ کہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ سے تینوں قسموں کے بال رکھنا ثابت ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص بنیتِ اتباعِ نبی اکرم ﷺ ان تینوں میں سے کسی قسم کے بال رکھے تو یہ اس کیلئے خیر و برکت اور نبی اکرم ﷺ سے محبت کا ذریعہ ہے (ملاحظہ ہو عبارت ۱۳) البتہ اکثر اوقات نبی اکرم ﷺ کا کون سے بال رکھنے کا معمول تھا، اسکی تعیین کرنا مشکل ہے، کیونکہ اول تو آپ ﷺ کے بالوں کی کیفیت روایات میں مختلف بیان کی گئی ہے، اور کہیں کسی روایت میں صراحۃً اکثر معمول کا ذکر نہیں ملتا، پھر دوسرے یہ کہ حضرات سلف واکابر رحمہم اللہ تعالیٰ میں بھی اس بارے میں اختلاف رہا ہے، بعض نے اکثر معمول کان کی لو تک کے بالوں کا ذکر کیا ہے، اور بعض نے کندھوں تک بال رکھنے کا ذکر کیا ہے، اور اہم بات یہ ہے کہ بال ایک حالت پر قائم نہیں رہتے، بلکہ بڑھتے رہتے ہیں، اس لئے ان وجوہ کی بنا پر اکثر معمول کی تعیین کرنا مشکل ہے جبکہ اس صورت کا مقصود شرعی ہونا بھی ثابت نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتمّ۔ (ملاحظہ ہو عبارات ۱۴ تا ۱۹)

(۲)۔۔۔ سر منڈانا جائز ہے، اور نبی اکرم ﷺ سے بھی سر منڈانے کا حکم صراحۃً اور اشارۃً ثابت ہے (دیکھئے تمہید "ج") البتہ خود نبی اکرم ﷺ سے حج اور عمرہ کے علاوہ سر منڈانا ثابت نہیں، اسی وجہ سے اس کی سنیت (سنتِ عادیہ میں سے ہونے) میں اختلاف ہو گیا ہے، بہرحال جواز میں اتفاق ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول سر منڈانے کا ہی تھا۔ (ملاحظہ ہو عبارات ۲۰،۲۱،۲۲)

(۳)۔۔۔ سوال میں مذکور طرز پر بال کٹوانے سے اگر کفار یا فساق سے مشابہت مقصود نہ ہو تو مذکورہ صورت جائز ہے کیونکہ یہ صورت ممنوع صورتوں میں داخل نہیں لیکن اگر اس میں کفار و فساق سے مشابہت مقصود ہو تو یہ مکروہ

(جاری ہے۔۔۔)

Scanned by CamScanner

ہو گی، البتہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ سر کے سارے بال برابر کٹوائے جائیں یا باریک اور بڑے بالوں میں معمولی فرق رکھا جائے(ماخذہ التبویب ۷/۱۶۰۷/۵۶)

(۴)۔۔۔کان کی لو سے نیچے جو گدی ہے اس کے بال استرے سے صاف کرنا جائز ہے،اور سوال میں مذکور اردو فتاویٰ کے حوالے سے گدی کے بالوں کے مونڈنے کو جو مکروہ قرار دیا ہے،اس سے مراد سر کے پچھلے حصے کے بال ہیں نہ کہ گردن کے ،لہٰذا سر کے باقی حصے کو چھوڑ کر صرف آخری حصے یعنی کانوں کے درمیانی حصے کے بالوں کو مونڈنا تو مکروہ ہے اور قزع میں داخل ہے، لیکن گردن کے پچھلے حصے (جسے عرف میں گدی کہا جاتا ہے) کے بالوں کو مونڈنا مکروہ نہیں ہے۔(ملاحظہ ہو عبارات ۲۳ تا ۲۷)

(۵)۔۔۔مذکورہ صورت بظاہر قزع میں داخل ہے،اور قزع سے حدیث میں ممانعت آئی ہے لہٰذا مذکورہ صورت مکروہ ہے،(سیاتی تفصیلہ فی الجزء السادس)۔(ملاحظہ ہو عبارات ۲۸ تا ۳۱)

(۶)۔۔۔قزع کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں،البتہ مندرجہ ذیل تین صورتیں ان سب کو شامل ہیں۔

۱. سر کو مختلف جگہ سے مونڈا جائے اور بعض حصوں میں بال چھوڑ دیئے جائیں۔
۲. سر کے اکثر حصے کو مونڈ دیا جائے اور کسی ایک جگہ بال چھوڑ دیئے جائیں۔
۳. سر کے کسی ایک حصہ کو مونڈا جائے اور سر کے اکثر حصے پر بال چھوڑ دیئے جائیں۔

یہ تین صورتیں ممنوع اور مکروہ ہیں۔(ملاحظہ ہو عبارت ۳۲ تا ۳۵)

(۷)۔۔۔چھوٹے بال رکھنا بلا شبہ جائز ہے، البتہ زید کا یہ کہنا کہ "پورے سر کے بال ہر طرف برابر رکھنا جو کہ مشین ہی سے ممکن ہے، قینچی سے نہیں، کہیں سے بھی چھوٹے بڑے ہوگئے تو یہ خلاف سنت ہو جائے گا" درست نہیں، کیونکہ اول تو بالوں کا ہر طرف سے بالکل برابر ہونا شرعاً کوئی ضروری نہیں، دوسرے یہ کہ بال اگر چھوٹے بڑے ہوں لیکن اس میں کفار و فساق سے مشابہت مقصود نہ ہو تو ایسے بال ممنوع صورتوں میں بھی داخل نہیں،اور بالوں کی ممنوع صورتوں کے علاوہ سب صورتیں جائز ہیں،ان پر خلافِ سنت کا اطلاق درست نہیں (جیسا کہ تمہید "ب ج اور د" میں مفصل ذکر کیا گیا ہے)، تیسرے یہ کہ بال کاٹنے والی مشین تو قریب کے زمانے میں بنائی گئی ہے،پہلے لوگ قینچی اور چھری وغیرہ سے ہی بال کاٹتے تھے،یقینی بات ہے کہ اس سے ان کے بالوں میں معمولی فرق آجاتا ہو گا تو کیا ان سب کے بالوں کو خلافِ سنت کہا جائے گا؟

(۱)تفسير القرطبي (۲/ ۳۸۲)

قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ: وَقَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى حَبْسِ الشَّعْرِ وَعَلَى إِبَاحَةِ الْحَلْقِ. وَكَفَى بِهَذَا حُجَّةً، وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ.

(۲)مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (۱۳/ ۱۹۹)

لولا طول جمته لا شك أن طول الشعر ليس مذموما ولا جاء أمر بقطع ما زاد على مقدار معلوم منه فلعله رأى هذا الرجل يتبختر بطول جمته كما يدل عليه قوله وإسبال إزاره أي إطالة ذيله قالوا وفيه جواز ذكر المسلم أخاه الغائب بما فيه من مكروه شرعا إذا علم أنه يرتدع عنه ويتركه عند سماعه فبلغ ذلك خريما فأخذ شفرة بفتح فسكون أي سكينا فقطع به جمته إلى أذنيه أي دفعا لما يورث الخيلاء والتبختر

(جاری ہے۔۔۔)

Scanned by CamScanner

(٣)مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (١٣/ ٩٦)

عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله من تشبه بقوم أي من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم أي في الإثم والخير قال الطيبي هذا عام في الخلق والخلق والشـعار ولما كان الشعار أظهر في الشبه ذكر في هذا الباب قلت بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير فإن الخلق الصوري لا يتصور فيه التشبه والخلق المعنوي لا يقال فيه التشبه بل هو التخلق

(٤)البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي (٢/ ١١)

ثم اعلم أن التشبيه بأهل الكتاب لا يكره في كل شيء وإنا نأكل ونشرب كما يفعلون إنما الحرام هو التشبه فيما كان مذموما وفيما يقصد به التشبيه كذا ذكره قاضي خان في شرح الجامع الصغير فعلى هذا لو لم يقصد التشبه لا يكره عندهما

(٥)الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري (٢١/ ١٢١)

{باب القزع} قوله {محمد} أي ابن سـلام و {مخلد} بفتح الميم واللام ابن يزيد بالزاي الحراني بتشديد الراء وبالنون و {عبيد الله} ابن عمر بن حفص بالمهملتين ابن عاصم بن عمر بن الخطاب قد نسبه إلى جده و {عمر بن نافع} روى عن أبيه نافع مولى عبد الله بن عمر و {القزع} بفتح القاف والزاي وسـكونها وبالمهملة حلق بعض الشـعر وترك البعض لكن الراوي فسره بأن يحلق رأس الصبي ويترك في مواضع منه الشعر متفرقا وهذا هو الأصح والحكمة في كراهته أنه تشويه الخلق أو أنه زي أهل الشطارة أو زي اليهود. قوله {القصة} بضم القاف وشدة المهملة شعر الناصية. فإن قلت ما حاصل هذا الكلام قلت حاصله أن عبيد الله قال لشيخي عمر بن نافع ما معنى القزع فقال هو أنه إذا حلق رأس الصبي يترك هاهنا شعر وهاهنا شعر {فأشار عبد الله إلى ناصيته

(٦)شرح الزرقاني (٢/ ٤٦٤)

والأولى قول الخطابي وغيره إن عادة العرب حب توفير الشـعور والتزين بها والحلق فيهم قليل وربما رأوه من الشهرة ومن زي الأعاجم فلذا كرهوا الحلق واقتصروا على التقصير

(٧)فتح الباري شرح صحيح البخاري (٣٨٨/ ٢٥)

وكان السلف يوفرون شعورهم لا يحلقونها، وكانت طريقة الخوارج حلق جميع رءوسهم .

(٨)لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح (٧/ ٤٣٣)

٤٤٦٣ - [٤٥] وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- أَمْهَلَ آلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَتَاهُمْ فَقَالَ: "لَا تَبْكُوا عَلَى أَخِي بَعْدَ الْيَوْمِ". ثُمَّ قَالَ: "ادْعُوا لِي بَنِي أَخِي". فَجِيءَ بِنَا كَأَنَّا أَفْرَاخٌ فَقَالَ: "ادْعُوا لِي الْحَلَّاقَ"

وقوله: (فحلق رؤوسنا) وذلك لما رأى من شغل أمهم عن ترجيل شعورهم بما أصابها من المصيبة، فأشفق عليهم الوسخ والقمل.

(٩)صحيح البخاري-نسخة طوق النجاة (ص: ١٩)

١٨١٤ - حدثنا عبد الله بن يوسف أخبرنا مالك عن حميد بن قيس عن مجاهد عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن كعب بن عجرة - رضـي الله عنه - عن رسـول الله ؟ أنه قال

(جاری ہے ---)

Scanned by CamScanner

لعلك آذاك هوامك قال نعم يا رسول الله فقال رسول الله ؟ احلق رأسك وصم ثلاثة أيام أو أطعم ستة مساكين أو انسك بشاة (شاة)

(١٠)سنن أبي داود–ن (٤/ ١٠١)

قال لنا رسول الله –صلى الله عليه وسلم– « نعم الرجل خريم الأسدى لولا طول جمته وإسبال إزاره ». فبلغ ذلك خريما فعجل فأخذ شفرة فقطع بها جمته إلى أذنيه ورفع إزاره إلى أنصاف ساقيه.

(١١)مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (١٣/ ١٩٩)

لولا طول جمته لا شك أن طول الشعر ليس مذموما ولا جاء أمر بقطع ما زاد على مقدار معلوم منه فلعله رأى هذا الرجل يتبختر بطول جمته كما يدل عليه قوله وإسبال إزاره أي إطالة ذيله قالوا وفيه جواز ذكر المسلم أخاه الغائب بما فيه من مكروه شرعا إذا علم أنه يرتدع عنه ويتركه عند سماعه فبلغ ذلك خريما فأخذ شفرة بفتح فسكون أي سكينا فقطع به جمته إلى أذنيه أي دفعا لما يورث الخيلاء والتبختر ومن لطائف ما حكي أن شيخا كان يشتغل دائما بتحسين لحيته فألهم بأنه ليس فيه عيب إلا تعلقه بذقنه فبقي ينتف شعره تندما على فعله فقيل له الآن أيضا متعلق بما كنت متعلقا به قبل هذا الزمان قال في شرح السنة هذا أي جواز قطع الجمة إلى الأذن في حق الرجال وأما النساء فإنهن يرسلن شعورهن لا يتخذن جمة

(١٢)الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (١/ ١٠٣)

والسنة نوعان: سنة الهدي، وتركها يوجب إساءة وكراهية كالجماعة والأذان والإقامة ونحوها. وسنة الزوائد، وتركها لا يوجب ذلك كسير النبي – عليه الصلاة والسلام – في لباسه وقيامه وقعوده. والنفل ومنه المندوب يثاب فاعله ولا يسيء تاركه، قيل: وهو دون سنن الزوائد.

(١٣)الشمائل الشريفة (ص: ٣٣) ((هو باب الشمائل الشريفة من الجامع الصغير للسيوطي وشرحه للمناوي))

١٩ – (كَانَ شعره دون الجمة وَفَوق الوفرة) ت فِي الشَّمَائِل هـ عَن عَائِشَة // صَحَ //

كَانَ شعره دون الجمة وَفَوق الوفرة وَفِي حَدِيث التِّرْمِذِيّ وَغَيره فَلَا يُجَاوز شعره شحمة أُذُنَيْهِ إِذا هُوَ وفره أي جعله وفرة فَالْمُرَاد أَن مُعظم شعره كَانَ عِنْد شحمة أُذُنه وَمَا اتَّصل بِهِ مسترسل إِلَى الْمنْكب والجمة شعر الرَّأْس المتجاوز شحمة الأذن إِذا وصل الْمنْكب كَذَا فِي الصِّحَاح فِي حرف الْمِيم وَفِيه فِي بَاب الرَّاء المتجاوز من غير وُصُول وَفِي النِّهَايَة مَا سقط على الْمَنْكِبَيْنِ وَلَعَلَّ مُرَاده بالسقوط التجاوز وَفِي الْقَامُوس الوفرة مَا سَالَ على الْأذن أَو جَاوز الشحمة قَالَ أَبُو شامة وَقد دلّت صِحَاح الْأَخْبَار على أَن شعره إِلَى أَنْصَاف أُذُنَيْهِ وَفِي رِوَايَة يبلغ شحمة أُذُنَيْهِ وَفِي أُخْرَى بَين أُذُنَيْهِ وعاتقه وَفِي أُخْرَى يضْرب مَنْكِبَيْه وَلم يبلغنَا فِي طوله أَكثر من ذَلِك وَهَذَا الِاخْتِلَاف بِاعْتِبَار اخْتِلَاف أَحْوَاله فروى فِي هَذِه الْأَحْوَال المتعددة بعد مَا كَانَ حلقه فِي حج أَو عمْرَة وَأما كَونه لم ينْقل أَنه زَاد على كَونه يضْرب مَنْكِبَيْه فيجوز كَون شعره وقف على ذَلِك الْحَد كَمَا يقف الشّعْر فِي حق كل إِنْسَان على حد مَا وَيجوز أَن يكون كَانَت عَادَته أَنه كلما بلغ هَذَا الْحَد قصره حَتَّى يكون إِلَى أَنْصَاف أُذُنَيْهِ أَو إِلَى شحمة أُذُنَيْهِ لَكِن لم ينْقل أَنه قصر شعره فِي

(جاری ہے۔۔۔)

Scanned by CamScanner

غير نسك وَلَا حلقه وَلَعَلَّ مَا وصف بِهِ شعره من الْأَوْصَاف الْمَذْكُورَة كَانَ بعد حلقه لَهُ عمْرَة الْحُدَيْبِيَة سنة سِتّ فَإِنَّهُ بعد ذَلِك لم يتْرك حلقه مُدَّة يطول فِيهَا أَكثر من كَونه يضْرب مَنْكِبَيْه فَإِنَّهُ فِي سنة سبع اعْتَمر عمْرَة الْقَضَاء وَفِي ثَمَان اعْتَمر من الْجِعِرَّانَة وَفِي عشر حج اه ت فِي الشَّمَائِل هـ

(١٤)دلائل النبوة للبيهقي محققا (١/ ٣٠٠)

كَانَ شَعْرُهُ فَوْقَ حَاجِبَيْهِ. وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ: كَانَ يَضْرِبُ شَعْرُهُ مَنْكِبَيْهِ، وَأَكْثَرُ ذَلِكَ إِذَا كَانَ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ.

(١٥)وسائل الوصول إلى شمائل الرسول صلى الله عليه وآله وسلم (ص: ٧٩) يوسف بن إسماعيل بن يوسف النَّبْهَاني (المتوفى: ١٣٥٠هـ)

وكان شعره صلّى الله عليه وسلّم يضرب إلى منكبيه، وكثيرا ما يكون إلى شحمة أذنيه.

(١٦)وفي شرحه"منتهى السؤل على وسائل الوصول إلى شمائل الرسول "(ص) (١/ ٣٠٧) لعبد الله بن سعيد بن محمد عبادي اللّحجي الحضرميّ الشحاري، ثم المراوعي، ثم المكي (المتوفى: ١٤١٠هـ)

. (وكثيرا ما يكون إلى شحمة أذنيه) ؛ وهي: ما لان في أسفلها؛ وهي معلّق القرط. روى الشيخان؛ من حديث البراء:

يبلغ شعره شحمة أذنيه. وروى البيهقيّ في «الدلائل» ؛ عن أنس: كان شعر رسول الله صلّى الله عليه وسلم إلى شحمة أذنيه.

(١٧)دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني (ص: ٦٣٧)

وَكَانَ شَعَرُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ وَرُبَّمَا كَانَ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ

(١٨)شمائل النبوة لمحمد بن علی قفال شاشی رحمه الله تعالیٰ(متوفیٰ ٣٥٠) (ص: ٦٨)

وكان شعره فوق حاجبه، ومنهم من قال: "كان شعره يضرب منكبه"، وأكثر ذلك أنه كان إلى شحمه أذنيه.

(١٩)سیرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۳ صفحہ نمبر:۳۴۵

"سر کے بال اکثر مونڈھے تک اور کبھی نرمہ گوش تک لٹکے رہتے تھے، بالوں میں کنگھی بھی کرتے تھے اور آنکھوں میں سرمہ بھی ڈالتے تھے باوجودیکہ آنکھیں قدرتی طور پر سرمگیں تھیں"

(٢٠)الميسر في شرح مصابيح السنة للتوربشتي (٤/ ١٢٥١)

وفي حديث البراء: (بلغ شحمة أذنه) وفي رواية عنه أيضا: (ما رأيت من ذي لمة أحسن من حلة حمراء من رسول الله - صلى الله عليه وسلم - شعره يضرب منكبيه).

وعلى مثل هذا الاختلاف وصفه الواصفون، وإذا عرف اختلاف تلك الأحوال باختلاف الأزمنة علم أن لا اختلاف فيها من طريق التضاد، فإنه - صلى الله عليه وسلم - لم يحلق رأسه في سنى الهجرة إلا عام الحديبية، ثم عام عمرة القضاء، ثم عام حجة الوداع، فليعتبر

(جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

في الطول والقصر منه بالمناسبات الواقعة في تلك الأزمنة، وأقصر تلك الأزمنة مدة ما كان بعد حجة الوداع، فإنه توفي بعد الحلق بثلاثة أشهر.

(٢١)بذل المجهود في حل سنن أبي داود (٢/ ٢٧٤)

عَنْ عَلِيٍّ – رضـي الله عنه – قال: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ –صـلى الله عليه وسـلم– قَالَ: «مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهِ كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ».

قَالَ عَلِيٌّ: فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي, فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي,

وبهذا الحديث استدل الطيبي على سنية حلق الرأس لتقريره – صلى الله عليه وسلم –، ولأنه من الخلفاء الراشدين الذين أمرنا بمتابعة سنتهم، ورد عليه القاري وابن حجر فقالا: إن فعله – رضـي الله عنه – إذا كان مخالفًا لسنته عليه الصلاة والسلام وبقية الخلفاء يكون رخصةلا سنة.

(٢٢)بذل المجهود في حل سنن أبي داود (١٢/ ٢١٨)

قال أحمد: كانوا يكرهون ذلك، وروي عن أحمد: لا يكره، لكن تركه أفضـل، وقال ابن عبد البر: قد أجمع الناس على إباحته، وكفى به حجة، انتهى.

وفي "شـرح الإقناع" (٤/ ٣٤٦): لا بأس به، ولا يسـن إلا في النسـك، أو الكافر إذا أسلم، أو عقيقة المولود. قال البجيرمي: **قال ابن القيم: لم يحلق عليه السلام رأسه إلا أربع مرات، تقدم في هامش "باب الغسل من الجنابة". (ش).**

(٢٣)عمدة القاري شرح صحيح البخاري (٤/ ٥٦)

٣ – (باب عقد الإزار على القفا في الصلاة)

أي: هذا باب في بيان، عقد المصـلي إزاره على قفاه، والحال أنه داخل في الصـلاة، والقفا: مقصور، مؤخر العنق يذكر ويؤنث، والجمع قفي، مثل؛ عصي جمع عصا. وقد جاء أقفية، على غير قياس.

(٢٤)شرح القسطلاني = إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري (٢/ ٣٢١)

١٢ – باب عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلَى قَافِيَةِ الرَّأْسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ

(باب عقد الشيطان على قافية الرأس) أي: **قفاه، أو مؤخر العنق، أو مؤخر الرأس، أو وسطه**

(٢٥)فتح الباري لابن حجر (١٠/ ٣٦٥)

والقفا للغلام فلا بأس بهما القصة بضم القاف ثم المهملة والمراد بها هنا شعر الصدغين والمراد بالقفا شعر القفا والحاصل منه أن القزع مخصوص بشعر الرأس وليس شعر الصدغين والقفا من الرأس

وأخرج بن أبي شيبة من طريق إبراهيم النخعي قال لا بأس بالقصة وسنده صحيح وقد تطلق القصة على الشعر المجتمع الذي يوضع على الأذن من غير أن يوصل شعر الرأس وليس هو المراد هنا وسيأتي الكلام عليه في باب الموصولة

(٢٦)بذل المجهود في حل سنن أبي داود (١٢/ ٢١٩)

فقال: أما القُصَّةُ والقفا للغلام فلا بأس بهما".وكل خُصْلة من الشعر قُصَّة، سواء كانت متصلة بالرأس أو منفصلة، والمراد بها ها هنا شعر الناصية، يعني أن حلق القصة وشعر القفا خاصة دون غيرهما من الغلام فلا بأس به، وهذا من قول عمر بن نافع.

(٢٧)عمدة القاري شرح صحيح البخاري (٢٢/ ٥٨)

(جاری ہے۔۔۔)

Scanned by CamScanner

فقال أما القصة أي أما حلق القصة وشعر القفا للغلام خاصة فلا بأس بهما ولكن القزع غير ذلك وبينه بقوله أن يترك بناصيته شعر إلى آخره والقصة بضم القاف وتشديد الصاد المهملة وقال ابن التين هي بفتح القاف وقيل الضم هو الصواب والمراد به هنا شعر الصدغين والمراد بالقفا شعر القفا وهو مقصور يكتب بالألف وربما مد فإن قلت ما الحكمة في النهي عن القزع قلت تشويه الخلقة وقيل زي اليهود وقيل زي أهل الشر والدعارة وقال النووي في شرح مسلم أجمع العلماء على كراهة القزع إذا كان في مواضع متفرقة إلا أن يكون لمداواة ونحوها وهي كراهة تنزيه

(٢٨)سنن أبي داود ت الأرنؤوط (٦/ ٢٦١)

٤١٩٥ - حدَّثنا أحمدُ بن حنبلٍ، حدَّثنا عبدُ الرَّزاق، أخبرنا معمرٌ، عن أيوبَ، عن نافعٍعن ابنِ عمر: أنَّ النبيَّ -صلَّى الله عليه وسلم- رأى صبيّاً قد حُلِقَ بعضُ شعرِه، وتُرِكَ بعضُه، فنهاهم عن ذلك، وقال: "احلِقُوا كلَّه أو اتركوا كُلَّهُ" (٢).

(٢٩)عون المعبود شرح سنن أبي داود (ط. المكتبة السلفية) (١١/ ٢٤٨)

قَالَ الْقَارِي : فِيهِ إِشَــارَة إِلَى أَنَّ الْحَلْق فِي غَيْر الْحَجّ وَالْعُمْرَة جَائِز ، وَأَنَّ الرَّجُل مُخَيَّر بَيْن الْحَلْق وَتَرْكه لَكِنْ الْأَفْضَــل أَنْ لَا يَحْلِق إِلَّا فِي أَحَد النُّسُكَيْنِ كَمَا كَانَ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَصْحَابه رَضِيَ اللَّه عَنْهُمْ ، وَانْفَرَدَ مِنْهُمْ عَلِيّ كَرَّمَ اللَّه وَجْهه .وَفِي بَعْض الشُّرُوح أَفَادَ الْحَدِيث أَنَّ حَلْق بَعْض الرَّأْس وَتَرْك بَعْضه عَلَى أَيّ شَكْل كَانَ مِنْ قُبُل وَدُبُر مَنْهِيّ عَنْهُ وَأَنَّ الْجَائِز فِي حَقّ الصِّبْيَان أَنْ يُحْلَق رُءُوسهمْ كُلّهَا أَوْ يُتْرَك كُلّهَا اِنْتَهَى .

(٣٠)شرح سنن أبي داود لابن رسلان (١٦/ ٥٤٣)

قال القرطبي: لا خلاف في أنه إذا حلق من الرأس مواضـع أنه القزع المنهي عنه، لما عرف من اللغة ونقله أئمتهم ولتفسير نافع له بذلك. واختلف فيما إذا حلق جميع الرأس وترك منه موضع كشعر الناصية، أو فيما إذا حلق موضع وحده وبقي أكثر الرأس، فمنع من ذلك مالك ورآه من القزع المنهي عنه

قال النووي: مذهبنا كراهته مطلقًا للرجل والمرأة لعموم الحديث.

(٣١)الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (٦/ ٤٠٧)

ويكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعا مقدار ثلاثة أصابع كذا في الغرائب.

(٣٢)كشاف القناع عن متن الإقناع (١/ ٧٩)

(وَيُكْرَهُ الْقَزَعُ وَهُوَ حَلْقُ بَعْضٍ) شَعْرِ (الرَّأْسِ) (وَتَرْكُ بَعْضِهِ) لِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ «إنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نَهَى عَنْ الْقَزَعِ وَقَالَ احْلِقْهُ كُلَّهُ أَوْ دَعْهُ كُلَّهُ» رَوَاهُ أَبُو دَاوُد فَيَدْخُلُ فِي الْقَزَعِ حَلْقُ مَوَاضِعَ مِنْ جَوَانِبِ رَأْسِهِ وَتَرْكُ الْبَاقِي، مَأْخُوذٌ مِنْ قَزَعِ السَّحَابِ، وَهُوَ تَقَطُّعُهُ، وَأَنْ يَحْلِقَ وَسَطَهُ وَيَتْرُكَ جَوَانِبَهُ كَمَا تَفْعَلُهُ شَمَامِسَةُ النَّصَارَى وَحَلْقُ جَوَانِبِهِ وَتَرْكُ وَسَطِهِ كَمَا يَفْعَلُهُ كَثِيرٌ مِنْ السَّفَلَةِ، وَأَنْ يَحْلِقَ مُقَدَّمَهُ وَيَتْرُكَ مُؤَخَّرَهُ.

(٣٣)عون المعبود شرح سنن أبي داود (ط. المكتبة السلفية) (١١/ ٢٤٨)

قَالَ الْقَارِي : فِيهِ إِشَــارَة إِلَى أَنَّ الْحَلْق فِي غَيْر الْحَجّ وَالْعُمْرَة جَائِز ، وَأَنَّ الرَّجُل مُخَيَّر بَيْن الْحَلْق وَتَرْكه لَكِنْ الْأَفْضَــل أَنْ لَا يَحْلِق إِلَّا فِي أَحَد النُّسُكَيْنِ كَمَا كَانَ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَصْحَابه رَضِيَ اللَّه عَنْهُمْ ، وَانْفَرَدَ مِنْهُمْ عَلِيّ كَرَّمَ اللَّه وَجْهه .

وَفِي بَعْض الشُّرُوح أَفَادَ الْحَدِيث أَنَّ حَلْق بَعْض الرَّأْس وَتَرْك بَعْضه عَلَى أَيّ شَكْل كَانَ مِنْ قُبُل وَدُبُر مَنْهِيّ عَنْهُ وَأَنَّ الْجَائِز فِي حَقّ الصِّبْيَان أَنْ يُحْلَق رُءُوسهمْ كُلّهَا أَوْ يُتْرَك كُلّهَا اِنْتَهَى

دار الافتاء

(جاری ہے۔۔۔)

Scanned by CamScanner

(٣٤)تحفة المودود بأحكام المولود (دار الكتب العلمية) (١٠/ ٢)

والقزع أربعة أنواع

أحدها: أن يحلق من رأسه مواضع من ها هنا وها هنا مأخوذ من تقزع السحاب وهو تقطعه

الثاني: أن يحلق وسطه ويترك جوانبه كما يفعله شمامسة النصارى

الثالث: أن يحلق جوانبه ويترك وسطه كما يفعله كثير من الأوباش والسفل

الرابع: أن يحلق مقدمه ويترك مؤخره وهذا كله من القزع والله أعلم

(٣٥)احكام الزينة ص ٣٢٥

لحلق بعض الشعر وترک بعضه عدة صور،هي:(١)ان يحلق الرجل من راسه مواضع من ههنا ويترك مواضع (٢)ان يحلق وسط شعره ويترك جوانبه (٣)ان يحلق جوانبه ويترک وسطه (٤)ان يحلق مقدمه ويترک مؤخره(٥)ان يحلق مؤخره ويترک مقدمه(٦)ان يحلق احد جوانبی الراس ويترک البقية ويمكن ادراج هذه الصور تحت ثلاث صور: (١)ان يحلق الرجل من راسه مواضع من ههنا ويترك مواضع (٢)ان يحلق جميع الراس ويترک موضعا واحدا (٣)ان يحلق موضعا واحدا ويترک اکثر الراس.......................................واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

محمد اویس
محمد اویس سیالکوٹی عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۸/ربیع الاول/۱۴۴۱ھ
۶/نومبر/2019ء

الجواب صحیح
بندہ محمود اشرف غفر اللہ لہ
مفتی جامعہ دار العلوم کراچی
۸/ربیع الاول/۱۴۴۱ھ
۶/نومبر/2019ء

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۲۱۲۱/۳۱
مورخہ ۱۴۴۱/۳/۱۱
۲۰۱۹/۱۱/۹

مفتی

الجواب صحیح
شاہ محمد تفضل علی
۱۴۴۱/۳/۹ھ

الجواب صحیح
محمد یعقوب عفی عنہ
۱۴۴۱/۳/۹ھ

الجواب صحیح

۸/۳/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح

۹/۳/۱۴۴۱ھ

Scanned by CamScanner